

غصب میراث اور مروجہ تنسیخ نکاح کا مسئلہ

تحریر: مفتی محمد عیسیٰ، مستم فلاح العلوم، نوشہرہ سانی، گوجرانوالہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کیلئے تجویز کردہ راہ جسے شریعت اور دین کہتے ہیں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو اس کی پابندی اور اتباع کا حکم دیا ہے:

ثم جعلنک علی شریعة من الامر فاتبعها ولا تتبع اهواء الذین لایعلمون
(پھر اے پیغمبر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص راستے پر متعین کر دیا سو آپ اسی راستے پر چلے جائیے اور ان لوگوں کی خواہشات پر نہ چلیئے جو صحیح علم سے بے بہرہ ہیں۔) (سورۃ الجاثیہ: ۱۸)

اسی دین سے اسلام اور کفر کی راہیں الگ الگ ہو جاتی ہیں۔ شوکت قوت اور غلبہ سے دین باقی رہتا ہے یعنی دین کی حاکمیت ہو حاکم اور محکوم اس کے فرمان کے تابع ہوں اس کا دوسرا نام اسلام ہے۔ اہل اسلام عقائد و عبادات کی طرح اپنی معاشی معاشرتی زندگی میں علاقائی ملکی خصوصاً ذاتی معاملات اور تنازعات میں شریعت کو فیصلہ بنائیں۔ شریعت کو باقاعدہ دستور بنانا محکمہ قضاء شرعیہ قائم کرنا اور ملک میں اس محکمہ کے احکام نافذ کرنا بندوں پر اس کی خالص حکمرانی کو قائم کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہی منشا ہے کہ اس کے تمام بندے اسلام کے ذریعے میری حکمرانی قبول کریں۔ شریعت کے نفاذ سے مسلمانوں میں یک جہتی اور اتحاد پیدا ہوتا ہے۔ ان کے درمیان برتری اور مقابلے کا جاہلانہ خیال مٹ جاتا ہے بارجیت بغض و عناد اور تعصب ملیا سیٹ ہو جاتا ہے۔ نفرت اور عداوت کی بجائے محبت و الفت پیدا ہوتی ہے غلامی کی زنجیریں اور آبائی دین کے طوق گردن سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ سب مسلمان اسلام کی لڑی میں موتیوں کی طرح پروئے جاتے ہیں۔ اہل حقوق کو حقوق مل جاتے ہیں اور جو دوسروں کے حقوق اپنے پاس سے واپس کرتے ہیں وہ اپنے ایمان کی سلامتی دل میں چین و سکون محسوس کر کے سمجھتے ہیں ہم بارے نہیں بلکہ جیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی قسم پوری ہو جاتی ہے جو اس نے اپنے بندوں کے ایمان پر اٹھائی ہے۔

فلأوریک لایومنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لایجدوا فی انفسہم
حر جاً مما قضیت ویسلموا تسلیماً (سورہ النساء: ۶۵)

(سو قسم ہے آپ کے رب کی یہ شیطان کو حکم بنانے والے اس وقت تک مومن نہیں ہو گئے جب تک کہ اپنے باہمی جھگڑوں میں آپ ہی کو منصف نہ بنائیں پھر جو آپ فیصلہ کر دیں اس پر اپنے دلوں میں کوئی گرائی محسوس نہ کریں اور پوری طرح آپ کے فیصلے کو تسلیم کریں۔)

اسلام کا ہر ہر فرد اپنے کو دوسرے کے برابر سمجھتا ہے۔ برابر حقوق کا مالک۔ اور اسی نظام کے ذریعے مسلمانوں کو ترقی نصیب ہوتی ہے۔ اسی نظام شریعت کی برکت سے اہل اسلام یک مشت اور غیروں کے مقابلے میں ایک مضبوط ہاتھ بن کر ابھرتے ہیں۔ صحت مند معاشرہ وجود میں آتا ہے کیوں نہ ہو یہ انقلابی دین ہے مسلمانوں کو متحد اور دنیا میں کامیابی دلانے میں ہمیشہ یہی اختیار کیا گیا ہے۔ پھر یہ تحریک تو ہے نہیں کہ اس کے اطوار بدلتے رہیں بلکہ مذہب اور عقیدہ ہے جو غیر متبدل اور لازوال ہے مسلمان جب بھی دشمنوں پر غالب آئے اس کی بدولت اور اگر ذلیل و رسوا ہوئے تو اس کو ترک کر کے۔ لادینی عقائد اور کفری تحریکات و تغزیرات کی وجہ سے (اعاذ اللہ تعالیٰ منها)۔ اسی نظام شریعت کی بدولت حدود اللہ نافذ ہوتی ہیں۔ دنیا میں اسلام کا بول بالا ہوتا ہے۔ آسمان سے برکات نازل ہوتی ہیں۔ زمین اپنی قوت کے مواد کام میں لاتی ہے تمام دنیا میں رزق کے خزانے مفتوح ہو جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ "ایک حد کا نفاذ روئے زمین پر چالیس دن کی مسلسل موسلا دھار بارش کی آبادی سے بہتر ہے" مومنین کے برعکس ایسے لوگ بھی ہیں جو خدا اور رسول کی حکمرانی میں کبھی مخلص نہیں رہے وہ اپنی ذاتی مصلحتوں کے پیش نظر اس وادی میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں۔ ان کا منطرح نظر اول آخر یہی رہا ہے کہ ہمیں بھی کچھ ملے گا؟ "ان لنا لاجرا" ملنے کی امید میں بڑے پر تکلف ہو کر "انا کننا معکم" (آخر ہم بھی آپ کے ساتھ تھے) کا ورد کرتے ہیں اور اگر ہاتھ میں آئے ہوئے مال کے ضیاع کا ڈر ہو تو زبان حال سے کہتے ہیں۔

گر جان طلبی مصانقہ نیست زرمی طلبی سخن درین است
اسلام اور کلمہ اسلام سے دور بنا گئے ہیں جھوٹی عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹاتے ہیں اور ان سے داد خواہ ہوتے ہیں۔ اس میں بھی تمام تر کوشش یہی ہوتی ہے کہ جیت جائیں۔ درحقیقت ان کے بیمار دل کا کوئی درماں نہیں ہے۔ ع ز پرستی می کند دل راہ سیاہ
اسلام میں مضطرب اور بے چین نظر آتے ہیں خدا اور رسول سے ان کو انصاف کی

توقع کم ہے۔ ان کا نام اللہ اور رسول ﷺ کی زبان میں منافق ہے کاش اس زمانے کیلئے عمر ہوتے جو شخص خدا اور رسول ﷺ کے فیصلے پر راضی نہ ہوتا اس کا سر قلم کر کے کہتے:

هذا قضائی فیمن لم یرض بقضاء اللہ ورسولہ

(میرا فیصلہ ہر اس شخص کے متعلق یہی ہے جو خدا اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے پر رضامند نہیں ہوتا۔ سورہ نساء کے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے ناحق مال کھانے کی سخت ممانعت کی۔ اس کے دوسرے رکوع میں وصیت کے عنوان سے ایک خاص بات کی تاکید فرمائی ہے۔ وہ ہے بھی اولاد کے بارے میں ماں باپ، خاوند، بیوی اور بہن بھائیوں کے بارے میں اجنبی کے بارے میں نہیں۔ آخر میں فرمایا۔ یہ حصص اور احکام اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں۔

تلك حدود اللہ ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنات تجری من تحتہا الانهار خالدین فیہا وذلك الفوز العظیم. ومن یعص اللہ ورسولہ ویتردد حدودہ یدخلہ ناراً خالداً فیہا وله عذاب مہین۔

(یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی۔ یہ لوگ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنے پر اصرار کرے گا تو خدا تعالیٰ اس کو آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو توہین آسمیں عذاب ہوگا۔)

سبحان اللہ انعام کی بھی حد ہے دنیا کی قط زدہ خشک بنجر اور ویران زمینوں کے عوض سدا سرسبز اور شاداب باغات ہوں:

شکر نعمتہائے تو، چند آنکھ نعمتہائے تو

عذر تقصیرات ما، چند آنکھ تقصیرات ما

یہ تو رشک کی چیز تھی کہ منت و سماجت کر کے بھی وارثوں کو حق دے دیا جاتا فرض ادا ہوتا اور جان خلاصی دوسرے بہشت کی الاٹمنٹ بھی یہاں بیٹھے بٹھائے ہو جاتی۔ کتنی خوش قسمتی کی بات ہے تجربہ بتاتا ہے کہ میراث کے غاصب غصب کردہ مال زیادہ دیر نہیں کھا سکتے۔ ان کے مال میں اضافہ اور خیر و برکت نہیں ہوتی۔ پھر وہ طرح طرح کے مصائب اور

حوادث کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔ مقدمات، برادری تنازعات - سرفانہ زندگی اولاد کی آوارگی اور نافرمانی تاوان تنگ دستی مال و متاع حتیٰ کہ غضب کردہ وراثت کو بیچ کر کھانا ماں بہنوں کے ساتھ بد عہدی اور ان کے ساتھ برا برتاؤ کرنے کے عوض ان کی بددعا کی زد میں رہنا صرف یہ نہیں بلکہ اپنی اور ان کی نسلوں کے مابین اشتقاق اور نفاق کا بیج بونا رواجیوں کے حصہ میں آیا ہے ان کی زندگی خوشگوار نہیں رہتی اور لالچ اور ضد میں دنیا اور آخرت تباہ کر دیتے ہیں۔ من شاء فلیجر بہم

پھر اس قسم کے ظلم کے اثرات صرف انہی لوگوں میں محصور نہیں رہتے بلکہ اس سے درندے پرندے اور مچھلیاں غرضیکہ ساری آبادی متاثر ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس کا جاصل یہ ہے کہ جباری پرندہ جو کئی دن کی مسافت طے کر کے بھی اپنے آشیانے کو سبزہ زار سے خالی نہیں رکھتا قحط سالی کی نحوست کے اثر سے اتنی جفاکشی کے باوجود اپنے آشیانے میں بھوک اور پیاس سے سنسک کر مر جاتا ہے۔ (موقوفہ علی ابی ہریرہؓ)

محکمہ قضاء اور حکم شرعی

اسلام کسی وقت لاقانونیت اور آپس میں نزاع کو طول دینے کے حق میں نہیں ہے اسی طرح کفر یا کافر کا حکم یا کافرانہ نظام حکومت کے تحت فیصلے کو قبول کرنے کی اجازت نہیں دیتا ایسی صورت میں جبکہ حکومت وقت اسلام کی مطابق فیصلے کی پابندی نہ کرتی ہو تو اہل اسلام پر لازم ہے کہ اپنے درمیان روزمرہ جھگڑوں میں ایک مسلمان حکم (ثالث) مقرر کر لیں یا شرعی پنچائیت قائم کریں۔ اس امر پر اتفاق کے بعد حکم شرعی کا فیصلہ ناطق ہوگا اور ایک باختیار عدالت کا فیصلہ سمجھا جائے گا۔ آنحضرت ﷺ کی طرف اہل کتاب اپنے پیش آمدہ نزاع میں جو رجوع کرتے اس حیثیت سے آپ ﷺ ان کے حکم تھے "فان حکمت فاحکم بینہم بالقسط" (سورہ نساء) (اگر آپ فیصلہ کرنا قبول کریں تو پھر ان کے مابین انصاف سے فیصلہ کریں)

فقہاء کرام نے محکمہ شرعی کی ضرورت و اہمیت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

وذا لم یکن سلطان ولامن یجوز التقلد منه کما هو فی بعض بلاد المسلمین غلب علیہم الکفار و اقروا المسلمین علی مال یوخذمنہم یجب علیہم ان یتفقوا علی واحد منہم یجعلونہ والیافیولی قاضیا اویکون هو الذی یقضی بینہم وکذا ینصب لہم اماما یصلی بہم الجمعة (فتح القدیر

ج: ۵، ص: ۲۶۱ کتاب القضاء)

(اگر بادشاہ یا حاکم نہ ہو جیسے مسلمانوں کے ملکوں میں کفار غالب آگئے ہوں مسلمانوں کو وہاں مال لینے کی شرط پر برقرار رکھا ہو تو مسلمان پر لازم ہے کہ ایک مسلمان پر اتفاق کر کے اسے حاکم مقرر کریں وہ "قاضی مقررہ خود فیصلے کرے ایسے ہی ایک امام مقرر کریں جو انہیں جمعہ پڑھائے)

غضب میراث

رواجیوں نے رواج کی بچ باقی رکھنے میں اپنی خیر سمجھی کفر و شرک کی طرح رواج کی لعنت بھی مشکل سے چھوٹی ہے۔ رواج میں مستزادات یہ ہے کہ اس میں کچھ ملتا ہے باپ دادا کی جائیداد سمٹ کر بیٹوں کے ہاتھ آتی ہے۔ حیرت تو اس پر کہ چوراہہ ڈاکو تو دنیا میں بدنام ہوتے ہیں۔ سودی معاشرے میں بھی سود کھانے والا اپنے کو برا سمجھتا ہے لیکن رواجی اپنے اس عمل کو معیوب نہیں سمجھتے کہتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد کی زمین ہے ہم نے کسی سے غضب تو نہیں کی کہیں باہر سے تو نہیں لائی۔ دنیا ان کو نمازی اور حاجی کہتی ہے حالانکہ انہوں نے خدا کی حدود کو توڑا اسلام میں ہندوانہ اور ظالمانہ قانون ایجاد کیا پھر باپ کے مرنے کے بعد ستم کا آغاز خود ماں جنت نشاں سے کیا۔ رحم و کرم اور پدرانہ شفقت کی بجائے بہنوں کو تہ متہ مشق بنایا درندگی کی اس سے زیادہ دنیا میں اور کوئی مثال بھی مل سکتی ہے؟ پھر اپنی اس حرام خوری کے کسی بہانے بناتے ہیں بد عزز گناہ بد تراز گناہ، کہتے ہیں ہمارے بڑوں نے اپنی جائیداد تقسیم نہیں کی ہم کیوں کسی کو کچھ دیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو زیور اور ہر طرح کا سامان دیا ہے۔ جو ان کے حقوق سے بھی زیادہ ہے کبھی یہ کہ وہ بخوشی دل ہم سے اپنا حق نہیں لینا چاہتی۔ ورنہ ہم دینے کیلئے تیار ہیں باپ کے مرنے پر جب خطرہ ہوتا ہے کہ ہم سے کہیں بہنیں جائیداد کا دعویٰ نہ کریں تو کہتے ہیں کہ ہم زندگی بھر آپ کی خدمت کرتے رہیں گے۔ جو خدا نارس یوم آخرت میں خدائے ذوالجلال کی پیشی کو بھولے بیٹھے ہیں وہ ان وعدوں کا کیا پاس رکھتے ہیں۔ مار آستین کی طرح جائیداد پر قابض ہونے کے بعد یہ بد عمد سب کچھ بھول جاتے ہیں رواج پذیر می اور شرعی حق کو دبانے کے سوا ان عذروں میں کچھ اور حقانیت بھی ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ ان نام نہاد مسلمانوں نے باپ دادا کے پرانے کفر کی چادر ابھی تک نہیں اتار چھینکی ورنہ اسلام تو اس چیز کی اجازت

نہیں دیتا کہ حدود اللہ کو پھلانگ کر پھر کفر اختیار کیا جائے۔ بھائیوں اور بیٹوں کی شادی بیاہ میں یہ خرچ اخراجات نہیں ہوتے؟ کیا کبھی کوئی بھائی بھی کسی بھائی کے حق میں کسی قیمت پر اپنے حق سے دستبردار ہوا ہے؟ یا صرف بے بس اور ناتواں مخلوق کیلئے کفر کی اس لعنت کو روا رکھا جا رہا ہے؟ اس سے زیادہ جہاں ساز حیلہ باز لوگوں کی سینے ہبہ نامی بیان کرا کے خوش ہو جاتے ہیں کہ بخشش ہو گئی اور اسے حقیقتاً غیر منقولہ جائیداد کا ہبہ تصور کر بٹھتے ہیں حالانکہ کتب فقہ میں مصرح ہے کہ قابل قسمت چیز کا ہبہ تقسیم کیلئے بغیر نہیں ہو سکتا۔

لاتصح هبة المشاع غيرالمقسوم ان القبض فيها لا يصح الامفرده۔ بداية
المنجهتہد جلد: ۲ ص ۳۰۹

مشاع غیر منقسم کا ہبہ صحیح نہیں ہے۔ ہبہ میں قبضہ ضروری ہے جبکہ چیز کو الگ نہ کر لیا جائے اس وقت تک قبضہ تام نہیں ہوتا۔ نادان بکار خود ہوشیار ایسے قانونی ہسٹنڈے بروئے کار لاتے ہیں کہ مسئلہ کی زد سے بچ جائیں۔ اور مطلب بھی پورا ہو۔ اپنے طور پر خفیہ بہنوں کے نام زمین لگوا لیتے ہیں پھر عرصہ دراز کے بعد دوبارہ جعلی بیان کرا کے اپنے نام ہبہ کرا لیتے ہیں۔ مچلیوں کو ہفتے کے دن گڑھے میں پھنسا کر اتوار کے دن شکار کر نیکی یہودی تادیل سے یہ حیلہ کیا کچھ کم ہے؟ اللہ ان والفیظ۔ نیز مسئلہ کی رو سے قرض وغیرہ جو قرض دینے والے کے ذمہ ہوتا ہے معاف کرنے سے مقروض بری الذمہ ہوتا ہے اور جائیداد کا حق معافی کے باوجود معاف نہیں ہوتا۔ اس سے بری الذمہ ہو نیکی شریعت میں کوئی اصل نہیں لہذا وارثوں کے معاف کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

حموی کی "الاشباہ والنظائر" میں ہے کہ ولوقال الوارث ترک حقہ لم یبطل حقہ اذالملک لا یبطل بالترک قال الحموی فی شرحہ لومات عن ابنین فقال احدهما ترک نصیبی من المیراث لم یبطل لانه لازم لا یبطل بالترک بل ان کان فلا بد من التملیک وان کان دینا فلا بد من الابراء"۔ ص ۲۹۵

اگر کوئی وارث کہے کہ میں اپنا حصہ نہیں لیتا تو اس کا حصہ باطل نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ ملک ہے چھوڑ دینے سے یہ حق باطل نہیں ہو سکتا۔ امام حموی فرماتے ہیں کوئی آدمی دو بیٹے چھوڑ کر مرا۔ ایک بیٹا کہے کہ میں اپنا حصہ نہیں لیتا۔ اس انکار سے یہ حق باطل نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ لازمی حق ہے۔ چھوڑ دینے سے نہیں چھوٹتا۔ بلکہ اس حصہ پر ضرور قبضہ کرنا پڑے

گا۔ اگر حق دین ہے تو وہ صرف ابراء سے ساقط ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو بہن اپنے ورثہ کو بھائی کیلئے اپنی زبان سے معاف کر دیتی ہے صرف زبان سے کہہ دینے سے شرعاً معاف نہیں ہوتا۔ کیونکہ ابراء اعیان میں نہیں ہوتا بلکہ اس میں حہ کی ضرورت ہے اور وہ بدستور اپنے حق کی مالک رہتی ہے اگر کسی وقت بہن کی اولاد اپنے ماموں پر اس جائیداد کا دعویٰ کر دے تو وہ شرعاً اپنی ماں کا حصہ لے سکتے ہیں کیونکہ حہ کی شرائط اس میں موجود نہیں ہیں کیونکہ ہنوز وہ مشاع مشترک قابل تقسیم ہے اگر بشرانطہا حہ بھی کر دیا جائے مگر یہ یقینی بات ہے کہ بہن کا حہ کر دینا دل سے نہیں ہوتا بلکہ ایسا حہ صرف رواج اور ملاست کے خوف سے ہوتا ہے۔ اگر بہن حصہ وصول کر کے پورا قبضہ کر لے اور کچھ عرصہ اس کا فائدہ اور نفع بھی حاصل کرتی رہے اس کے بعد اگر دے دے تو اس کو حقیقی دننا کہتے ہیں (دعوات عبدیت (ج: ۱، ص: ۱۶۹) تعجب بالائے تعجب یہ ہے ادھر تو ان کا حق نہیں سمجھتے اور حہ معاف کرائے کے فکر میں ہیں رواجیوں سے عجیب عجیب حرکات سرزد ہوتی ہیں شیطان نے انہیں الٹے سیدھے سبق پڑھا رکھے ہیں بعض تو زندگی میں اپنے بیٹوں کے نام جائیداد منتقل کر دیتے ہیں یا پھر مرتے وقت اس تمنا کو مختلف ہنگاموں سے بیٹیوں کو محروم کر کے خدا کے حضور میں روسیاء پیش ہوتے ہیں بڑے میاں کی اولاد بھی کچھ کم فہم ثابت نہیں ہوتی رہی سبھی کسریہ پوری کر دیتے ہیں۔ اصل کمیش اور سفید پوش در حقیقت سیاہ دل اور سیاہ کار لوگوں کی شہادت دلاتے ہیں کہ مرنے والے کے مادیانہ اولاد نہیں ہے یا یہ کہ وہ اہل پردہ ہیں حاضر ہونے سے قاصر ہیں وہ اپنا حق لینا نہیں چاہتیں اگر اس سے بھی کام نہ چلے بمشیرگان مردے کی بیوہ اور میراث غصب کرنیوالوں کی پھوپھیاں عدالت میں رجوع کریں تو پھر صریح اور واضح کفر کی آڑ لینے میں کوئی چھپکا ہٹ محسوس نہیں کرتے۔ شرم و حیاء بلکہ ایمان و اسلام کو بالائے طاق رکھ کر یہ بیان داخل کراتے ہیں کہ قبل ازیں ہماری اقوام فلاں فلاں رواج عام پر عمل پیرا ہے۔ ہماری اراضی شریعت پر تقسیم نہیں ہوا کرتیں یا پھر یہ فرق بتاتے ہیں کہ ہمارا مورث شرعی وراثت کے بل سے پہلے فوت ہو گیا ہے اور شرعی وراثت کا بل چند ماہ بعد منظور ہوا

(اناللہ وانا الیہ راجعون)

عموماً یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ مورخہ ۱۵- مارچ ۱۹۴۸ء پنجاب میں شرعی ضابطہ وراثت کلی طور پر بغیر تفریق اقوام منظور ہو جانے کے بعد اپنی بیٹیوں کے بارے میں شریعت

کا پاس نہیں کرتے۔ اپنی بہنوں اور ماں کے بارے میں وہی سابقہ رویہ ترک نہیں کرتے وہ در بدر پر پھریں تو ان شریفوں کو کوئی پرواہ نہیں اور نہ خدائے بزرگ و برتر کا خوف نہ جا اس کے محمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی ڈراس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا

سابقہ پیشہ وارانہ آبائی عادت کے مطابق اپنی بہنوں کو زبانی جمع خرچ پر راضی کر لیتے ہیں کہ ہمارے نام ہبہ کر لو ہم سے کسی چیز پر صلح کر لو مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ فی الحال خاموشی اختیار کریں اور عوام میں بھی ہم سرخرو ہوں شرعی نکتہ نظر سے ہم پر کوئی حرف نہ آئے منقولہ چیز یا گھٹئیہ رقبہ اراضی لے لویا یہ کہ ہمارے باپ کی بجائے ہمارا اپنا خرید کردہ رقبہ لے لو۔ افسوس اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

للرجال نصيب مما ترك الوالدان والاقریبون (سورة نساء ركوع (۱)

(ماں باپ اور قرابت دار جو ترک چھوڑ جائیں اس میں سے مردوں کا بھی حصہ ہے۔)

وللنساء نصيب مما ترك الوالدان والاقریبون مما قل منه او كثر نصيبا مفروضا. سورة نساء پارہ (۴) ركوع (۱)

(اور ماں باپ قرابت دار جو کچھ ترک چھوڑ جائیں خواہ وہ کم ہو یا زیادہ اس میں سے عورتوں کا بھی کا حصہ ہے ہر ایک کا یہ حصہ مقرر شدہ ہے۔) یعنی قلیل و کثیر تھوڑے بہت سب مال میں اولاد لڑکے (لڑکیاں شریک اور حصہ دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مقرر اور معین فریضہ ہے۔ لیکن یہ رواجی ماں باپ کی غیر منقولہ جائیداد میں سے کچھ دینے پر راضی نہیں عجیب قسم کے حیلے تراشتے ہیں۔)

اسی سوال پر کسی ماں نے کیا ہی خوب کہا تھا، بیٹا جب تم مرو گے تو تمہاری اولادیں تمہاری خرید کردہ اس ردی زمینوں کی مالک بنیں گی ہمیں یہ عطیہ منظور نہیں۔ ان حالات میں بہنیں یہی سمجھتی ہیں کہ جائیداد کا پورا پورا حق لیکر ہم معاشرے میں بدنام ہوں گی قانونی چارہ جوئی کی ہم میں طاقت نہیں ہے پھر ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کے خلاف برادری میں سے مقدمات کی پیروی کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے، بدست غازی ہرچہ رسد، جبراً صلح پر آمادہ ہو جاتی ہیں غور کریں کہ یہ بھی صلح کھلاتی ہے؟ جس میں صلح کر نیوالا اور معاف کر نیوالا مجبور اور مضطر ہوتا ہے۔

کچھ ماں بہنیں اپنا حساب کتاب اس دن پر چھوڑ دیتی ہیں جو دن ہماری گزشتہ زندگی